ہمارا نظام تعلیم تہذیب مغرب کا امین

محمد اسماعیل عبدالرحمن

14 اگست 1947ء کو برصغیر پاک و ہند کے بٹوارے کے بعد اسلامی جمہوریہ پاکستان جس نظریے کے تحت اس دنیا کے نقشے پر معرض وجود میں آیا' وہ دو قومی نظریہ تھا۔ یعنی مسلم ثقافت' اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت جب متحدہ ہندوستان میں ناممکن نظر آیا تو مسلمانوں نے اس سوچ کے ساتھ اس ملک کی خاطر اتنی بڑی قربانی دی کہ وہ اس آزاد ریاست میں رہ کر اسلامی کلچر کی حفاظت اور فروغ میں کامیابی حاصل کریں گے۔

تحریک پاکستان کے مقاصد کی وضاحت قائداعظم نے قاہرہ میں اس انداز سے کی تھی: ''ہم نے ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال مشرقی حصوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے دو مسلم ریاستوں کا مطالبہ کیا ہے۔ اس مطالبے کو ہم نے پاکستان کا نام دیا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارا عزم یہ ہے کہ ہندوستان کے ان دو خطوں میں مسلمانوں کی آزاد ریاستیں قائم کریں۔ ان پاکستانی ریاستوں میں کسی دوسرے کی مداخلت سے آزاد اپنے اسلامی ورثے کی حفاظت اور اپنی شاندار تہذیب و ثقافت کی شان و شوکت کو بحال کر سکیں گے۔ مسلمان اپنا ضابطہ حیات' اپنی تہذیب و ثقافت' اپنا معاشرتی نظام' اپنا قانونی نظام اور اپنا دین رکھتے ہیں۔ اگر ہندوستان ایک ہی رہے تو وہاں مسلمانوں اور ہندوؤں کا تناسب ایک اور تین کا ہوگا' اور ہندو اکثریت کسی وقت بھی اسلامی تہذیب و ثقافت کو فنا کر دے گی۔ اس لئے پاکستان کا قیام مسلمانوں کیلئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔''

(ڈان 26: ستمبر 1946ء)

لیکن قیام پاکستان سے اب تک اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود مسلمانان پاکستان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ اس ملک کا نظام چند عائلی و جزوی قوانین کو چھوڑ کر ابھی بوسیدہ انگریزی قوانین کے مطابق چل رہا ہے' اس تناظر میں پاکستان کو اسلامی جمہوریہ کہنے میں بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔

مدرسہ' اسکول کالج اور یونیورسٹی وغیرہ ایسے مقامات ہیں جہاں سے قوموں کے لئے سرمایہ زندگی میسر آتا ہے اور قوم کا مستقبل انہی اداروں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ اگر یہ ادارے حسن و خوبی اپنی ذمہ داری ادا کرتے تو اصلاح کے نام پر تعلیمی اداروں میں پرورش پانے والے تنظیموں کا وجود غیر ضروری ہو جاتا۔ موجودہ نصاب پاس کر کے یہاں سے نکلنے والے نوجوان دینی ورثے کے پاسبان بنتا تو درکنار' اسلام کے تابناک چہرے پر ایک بدنما داغ ثابت ہو رہے

ہیں۔ خوف الٰہی اور احتساب آخرت سے بے نیاز ہو کر قومی وقار کا سودا کرنے والے لوگ انہی اداروں کے برگ وبار ہیں۔

ان چیزوں کے اصل محرکات کو سمجھنے کیلئے انتہائی غور و فکر کے ساتھ جرأت مندانہ اقدام کی ضرورت ہے۔ جو تعلیمی نظام اس وقت ملک میں رائج ہے وہ انگریزوں کا بنایا ہوا ہے۔ انگریز جس مقصد کی خاطر برصغیر میں یہ نظام تعلیم رائج کر گئے وہ آج بھی حاصل ہو رہا ہے۔ وہ مقامی سطح پر اپنے آلہ کار غلاموں کی پیداوار چاہتے تھے اور ایسے افراد کی تیاری ان کے پیش نظر تھی جو باہر سے وارد شدہ حکمرانوں کیلئے مطلق العنان حکمرانی میں معاون ثابت ہوں۔ وہ ان مقاصد کے حصول میں کسی حد تک تو کامیاب رہے لیکن تکمیل مقاصد سے قبل انہیں برصغیر کو خالی کرنا پڑا۔

ان ہی تشنہ تکمیل مقاصد کو آج ہمارے استعماری ایجنٹ پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں دن رات ایک کر رہے ہیں۔ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اس حد تک اسلامی روایات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے کہ ایک سلیم الاعتقاد مسلمان خون کے آنسو رو دینے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے۔

یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کہ اسلامی نظریئے کے حامل ملک کے اندر اسلامی تہذیب و تمدن کا قاتل نظام تعلیم رائج کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں آج ہم فکری غلامی، کرپشن اور لوٹ کھسوٹ سہ رہے ہیں۔ ہماری مسلمان قوم اپنے مخصوص معاشرتی اقدار اور مذہبی روایات کی حامل اور امین ہے۔ اگر ہم اس امانت کا حق صحیح معنوں میں ادا کریں تو قوم کیلئے بلندیوں تک پہنچنے میں کوئی شے مانع نہیں ہو سکتا۔ اگر اس امانت میں خیانت کا مرتکب ہو جائے تو باوقار اور ترقی یافتہ ملک وملت بھی ذلت کی عمیق گہرائیوں میں پہنچنے سے نہیں بچ سکتے۔

موجودہ نصاب تعلیم میں پرائمری سے لیکر ڈگری کی سطح تک دینیات، قرآن کا ترجمہ تفسیر اور حدیث کے ساتھ اسلامی تاریخ کے مواد موجود ہیں۔ لیکن تعلیمی نظام پر یہ ستم ظرفی کیوں؟ جو چیز پہلے سمجھنے، پھر سمجھانے کی ہے وہ یہی ہے۔ اس بات کا ادراک کیلئے ہم پہلے ان تعلیمی اداروں کے اندر رائج تعلیمی ماحول کو دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلے جس چیز پر زور صرف کیا جاتا ہے وہ اسلامی شعائر اور اسلامی حجاب کو پس پشت ڈال کر اغیار کی اتباع کو ترقی پسندی خیال کر کے ابھی سے ملک وملت کے نونہالوں کو مغربی تہذیب کے آگے مغلوب کرنے کی کوششوں کا جاری رہنا ہے۔

بچوں کو اس وقت تک کلاس روم میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملتی جب تک وہ پینٹ اور شرٹ کے ساتھ ٹائی باندھنے کے بھی مرتکب نہ ہوں۔ جو نصرانی عقائد کے مطابق پھانسی کا مقدس پھندا ہے، لہذا یہ بالکل خلاف شرع ہے اپنے پیریڈ میں تو استاد ناظرہ قرآن اور دینیات پر زور دیتا ہے۔ لیکن عملی میدان میں اسلامی اقدار و روایات کا مذاق

اڑایا جاتا ہے ایک طرف اسلامی کلچر کو بوسیدہ اور شکست خوردہ کلچر کی حیثیت سے بچوں کے ذہنوں میں بٹھانے کی تگ و دو ہے اور ساتھ ہی یہ امید بھی کہ یہی بچے جوان ہو کر اسلامی اقدار کے حامل اور اسلامی روایات کے امین ہو نگے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان طالب علم تعلیمی اداروں کے اندر انتہا درجے کی تہذیبی کشمکش میں مبتلا ہے۔ مساوات مرد و زن کے نام پر مخلوط سکولوں کے ذریعے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو جنسی بے راہ روی کی طرف لے جانے کو روشن خیالی تصور کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حال ہی میں مڈل سکول کو پرائمری سکول کا درجہ دینے کی کوشش پر اہل گاؤں کے احتجاج کے نتیجے میں ہمارے اہل حل و عقد کی جانب سے یہ دلربا جواب سننے میں آیا کہ "تم کھیتوں میں لڑکے اور لڑکیاں مل کر کام کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے تو تعلیمی میدان میں یہ قباحت کیوں؟ مخلوط سکول قبول کرو تو ہم مڈل کیا ہائی سکول کا درجہ دینے کیلئے تیار ہیں۔" اسی جواب سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ قوم کے تعلیمی ذمہ داران کا ذہن کس حد تک مغربی تہذیب سے مغلوب اور شکست خوردہ ہے۔ ہماری اور مغربی تہذیب میں یہی فرق ہے کہ مغربی تہذیب عورت کو اس وقت تک عزت اور حقوق سے محروم رکھتی ہے' جب تک وہ ایک "مصنوعی مرد" بن کر مردوں کے فرائض سنبھالنے کیلئے اپنے آپ کو پیش نہ کرے۔

جبکہ اسلامی تہذیب عورت کو اپنے تمام حقوق اور عزتیں اسے "عورت" رکھ کر ہی دیتی ہے اور انہی تہذیب اقدار کا اسے حامل بناتی ہے جو اس کی خلقت اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اس لئے ہماری خواتین کی تعلیم انہی کی فطرت و ضرورت کے مطابق مردوں سے بالکل الگ ہونی چاہئے' اسلام نے بچوں کو جنسی حساسیت سے محفوظ رکھنے کا بہت اعلیٰ انتظام کرتے ہوئے دس سال کی عمر سے ہر بچے کو الگ بستر ے میں سلانے کا حکم دیا ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد ۱/۱۳۳) جو دین سن شعور پر پہنچنے سے قبل ہی سگے بہن بھائیوں کو والدین کی زیر نگرانی بھی اختلاط سے بچانے کا حکم نامہ جاری کرتا ہے وہ کلاس روم' ہال' ہاسٹل اور بازار میں اجنبی طلباء و طالبات کو مخلوط دیکھنا کیسے گوارا کرے گا؟

اس بات میں شک نہیں کہ "طلب العلم فريضة على كل مسلم" (سنن ابن ماجہ ۱/۸۱) وغیرہ دلائل کی رو سے کسی بھی مسلمان (مرد یا عورت) کو حصول علم سے روکنا درست نہیں۔ لہذا عورتوں کو اپنے متعلقہ احکام و مسائل کے علاوہ اپنے ہم جنسوں کی ضروریات کے مطابق میڈیکل' ایجوکیشن وغیرہ کی تعلیم بھی دینی چاہئے۔ لیکن اختلاط مرد و زن اور بے راہروی کے اسباب و وسائل سے حفاظت اولین شرط ہے۔ تاکہ ان میں اسلام اور اس کے احکام کا احترام پیدا ہو۔ اگر اپنی نئی نسلوں کے ذہن پر فرنگی تہذیب و تمدن اور طرز زندگی مسلط کرنا ہی تمہارا مقصود ہے تو اسلامی لیبل کو اتار کر فرنگی لیبل سے آراستہ ہو کر رہو جس کی تمنا کرتے ہو۔ اور حالیہ منافقانہ روش کو ترک کریں' تاکہ مسلمان کے نام

سے اسلام کے روشن چہرے پر ایک بدنما داغ ثابت نہ ہو۔ اقبال نے کیا خوب کہا:

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اب دیکھئے ہمارا نصاب تعلیم کس انداز میں ہمارے نوجوانوں کو سیکولر بنا رہا ہے ایک طرف اسلامیات نصاب میں رکھا ہوا ہے۔ لیکن دوسری طرف ایمان و اعتقاد اور اسلامی افکار کے بالکل منافی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے' جیسا کہ ریاضی کے سوالات میں سود کے مباحث' اردو اور معاشرتی علوم میں خاندانی منصوبہ بندی کی تعلیم کے علاوہ علاقائی' صوبائی اور ملکی کلچر کی تعلیم کس حد تک غلط بنیادوں پر مبنی ہے۔

اگر سکول سے کوئی بچہ دل و دماغ کو تقلید مغرب سے بچا کر نکل سکے تو کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر پہنچ کر اسے عجیب و غریب کیفیات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مثلاً معاشیات میں یہودی نژاد' قاتل انسانیت بالفاظ دیگر خاندانی منصوبہ بندی کے بانی مالتھس کی تعلیم ہے' میدان سیاسیات میں دغا و فریب میں اپنا ثانی نہ رکھنے والے میکاولی کے نظریات پڑھائے جاتے ہیں' اسی طرح سرمایہ داروں کیلئے بہترین معاشی نظام کے بانی آدم سمتھ اور عوام الناس کو جانور کی طرح چارہ فراہم کر کے ساری ملکی دولت کو صرف چند سانپوں کے سپرد کرنے کے خیال کی داغ بیل ڈالنے والے کارل مارکس اور بنی نوع انسان کو بندر کا ترقی یافتہ ایڈیشن قرار دینے والے ڈارون کے نظریات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور ان نظریات کے رد میں اسلامی نظریہ ذہن نشین کرانے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اسی لئے تعلیمی اداروں سے ملحدانہ نظریات کے حامل اور اسلامی تہذیب و تمدن کے دشمن پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ ہمارے نظام تعلیم کا صریح نقص ہے۔

مقام افسوس یہ ہے کہ پاکستان میں جو بھی حکومت آتی ہے اس کے اقدامات اصل مقصد آزادی سے بیزاری پر دلالت کر رہے ہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ اسلام کے نام پر حاصل شدہ اس ملک کو ایک جدید سیکولر ریاست دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اپنی شناخت کو ایک مسلمان کی حیثیت سے برقرار رکھنا اور اس ملک کو اسلامی فلاحی ریاست دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں تمام علوم کو مسلمان کی حیثیت سے پڑھنا ہوگا۔ وگرنہ ہم چاہیں یا نہ چاہیں موجودہ نظام تعلیم ہماری موجودہ اور آئندہ نسلوں کو بھی غیر مسلم بنا کر ہی دم لے گا۔ یہی ہماری اور مغربی تہذیب کی کشمکش کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اسے ہم جتنی جلدی سمجھ کر حل کر سکیں' اتنا ہی ہمارے لئے دینی اور دنیاوی اعتبار سے بہتر ہے۔